

حاکم اور رعایا کے فرائض

حضرت مولانا اعجاز علی صاحب شیخ الادب دارالعلوم دیوبند

موجودہ دور میں حاکم و محکوم، تابع و متبوع کے درمیان جو رسہ کشی اور کشیدگی پائی جاتی ہے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آپس میں بے اعتمادی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور خدمات کی انجام دہی میں رکاوٹیں پیدا ہوتی ہیں۔ خلوص کا جذبہ یک نخت نہم ہو جاتا ہے۔ اور اقتدار و جہاد پسندی مجیکہ پکڑ لیتی ہے۔ اس کا صحیح و فعیہ ذیل کے مضمون میں نباض و نعت حضرت مولانا اعجاز علی صاحب مرحوم شیخ الادب والفقہ دارالعلوم نے تشخیص فرمایا ہے۔ کہ حاکم اپنے مرتبہ کو اور محکوم اپنے فرائض کو سمجھے، مضمون اگرچہ پرانا ہے۔ لیکن اپنی افادیت کے لحاظ سے دورِ حاضر کے مطابق ہے۔

یہ ظاہر ہے کہ کسی شخص کا تنہا کام کر لینا اس قدر زیادہ نہ تو عقل کا محتاج ہے۔ اور نہ قوت عاقلہ کی قوت پر دلالت کرتا ہے جس قدر وہ شخص محتاج ہے جس کو خداوند عالم نے اپنے ہم جنسوں پر افسری کا شرف عطا فرمایا ہے۔ اور ماتحت افراد کی کثرت اور قلت ہی اس کی عقل کے ضعف و قوت کا معیار ہے۔

وہ شخص عقل کا زیادہ عاجز نہ نہیں ہے۔ جو فقط اپنے نفس پر حکمران ہے لیکن اس شخص سے زیادہ عقل کی ضرورت اس شخص کو ہے جس کو خداوند عالم نے بی بی بھی عطا فرمائی ہے۔ اور اسی طرح اس شخص سے زیادہ محتاج عقل وہ شخص ہے جس کے گھر میں صرف بی بی ہی نہیں بلکہ بال بچے بھی ہیں۔ اور اسی طرح اس سے بھی زیادہ عقل اس شخص کے لئے ضروری ہے جس کے تعلقات صرف بی بی اور بال بچے ہی تک محدود نہیں بلکہ اس کے خویش و اقارب والدین بھی ہیں۔ اور اس سے زیادہ وہ شخص قوت عقلیہ کا عاجز نہ نہیں ہے جس کے تعلقات

حکومت کے اس سے زیادہ ہیں۔ غرض یہ کہ ایک ناقابل رد مسلمہ ہے کہ جس شخص کے تعلقات زیادہ ہوں گے اور جس شخص کی افسری زیادہ ہوگی وہی عقل کا بھی زیادہ محتاج ہوگا۔ اور میں تو اس قید کو بھی بے فائدہ سمجھتا ہوں کہ اُس شخص کو عقل کی ضرورت زیادہ ہے جو اپنے ہمجنسوں پر افسری کرتا ہے اور ان سے کام لینے کا استحقاق رکھتا ہے۔ بلکہ میرے نزدیک تو اس شخص کے لئے بھی عقل کی ضرورت زیادہ ہے جس کے ماتحت اس کے ہم جنس انسان نہیں بلکہ جانور ہوں۔

اس مسئلہ سے یہ بھی سمجھ میں آجاتا ہے کہ بادشاہ چونکہ مختلف اقوام، مختلف خیال، متفرق والی جماعت کا افسر ہوتا ہے۔ اس لئے اس کو نسبتاً عقل کی زیادہ ضرورت ہے۔ اور ہوں جو اس کی سلطنت کی وسعت فرض کرتے جاؤ گے۔ اس کے لئے ضرورت عقل بھی زیادہ ماننی ہوگی۔

وہ حاکم، وہ گورنر، وہ سلاطین خوش قسمت ہیں جن کو خدا نے نعمت حکومت کے ساتھ دولت عقل بھی عطا فرمائی۔ لیکن ان سے بھی زیادہ خوش قسمت وہ حکام و سلاطین ہیں جن کے ماتحت متفق خیال ہیں ایک دوسرے کے دشمن نہیں۔ حاکم تک جو کچھ پہنچتا ہے وہ گویا سب ہی کا کہا ہوتا ہے۔ نہ اس کو یہ فکر ہوتی ہے کہ اس واقع میں تلمیح سے کام لیا گیا ہے۔ نہ یہ خیال دامنگیر ہوتا ہے کہ دوسری جماعتوں سے تو اس کے متعلق استمراج کر لیا جاوے، ان تمام خیالوں سے یکسو ہو کر وہ صرف یہ سوچتا ہے کہ اس خبر کے متعلق کیا کرے وہ اس کشمکش سے بہت دور ہوتا ہے کہ اپنے ماتحت لوگوں کے فرد واحد یا کسی جماعت سے اس خبر کی تصدیق کرے۔ لیکن بد قسمت ہے وہ حاکم اور بد نصیب ہے وہ بادشاہ جس کے ماتحت لوگوں میں تفرقہ ہو، ان میں پارٹی بندیوں ہوں، ایک جماعت اپنے مقابل کو ذک دینے کی فکر میں ہو، ان جماعتوں کے لیل و نہار اپنی تدابیر میں گذرتے ہیں کہ جائز ناجائز تدابیر کے ذریعہ سے حاکم کو دوسری جماعت سے بدظن کر دیا جائے۔

حکام واقعات سے اکثر بے خبر ہوتے ہیں۔ ان تک جو خبر بھی پہنچتی ہے۔ اپنے ماتحتوں کے ذریعہ سے پہنچتی ہے۔ لیکن ان کی خود غرضیاں ہر واقعہ کو ایسے رنگ میں پہنچانا چاہتی ہیں کہ جس سے مخالف جماعت ذلیل ہو اور حاکم کی نظروں میں ہماری وقعت ہو اور سب پر ہمارا ہی اقتدار ہو۔۔۔۔۔ ایسی صورت میں اگر حاکم عقل سے خارج اور نور بصیرت

سے محروم ہوتا ہے تو کسی ایک پارٹی کے ہاتھ آجاتا ہے۔ اور ان کی خود غرضیوں کا شکار ہو کر دوسری جماعت پر جاہ بیجا ظلم کرتا ہے، ایک جماعت کو اپنا پورا خیر خواہ صادق کامل تمام صفات بشریہ سے متصف سمجھ کر دوسری جماعت کو اپنا دشمن کا ذب، انسانی تمام عیوب کا مخزن سمجھتا ہے، اور اس باطل خیال کی وجہ سے جو ناجائز کارروائیاں کر گزرتا ہے۔ ان کی تلانی ناممکن ہو جاتی ہے۔ لیکن جو حکام عقل کے دشمن نہیں اور خداوند عالم کی دی ہوئی شمع بصیرت سے کام لیتے ہیں وہ کسی ایک پارٹی کے قبضہ میں اپنے آپ کو نہیں سوچتے ہیں۔ جو واقعہ ان کے پاس پہنچتا ہے۔ اس میں خود اپنے غم و فکر سے کام لیتے ہیں۔ اور کوئی خبر کیسی ہی راستی کے لباس میں ان کے پاس پہنچائی جاوے مگر وہ اس کو قابل تحقیق ہی سمجھتے ہیں۔ اور جب تک ان کی ذاتی تحقیقات ان کو خاص نتیجہ تک نہ پہنچا دے وہ کوئی فیصلہ کن حکم نہیں دیتے اور اپنے ماتحت ہر جماعت کی خود غرضی کو تاڑتے رہتے ہیں۔ حکام کی یہ دو قسمیں ہوتیں، ان میں سے جس کو چاہو اچھا کہو اور جس کو چاہو بُرا۔ مگر فی الحقیقت ہمارے نزدیک اس حاکم کی حالت زیادہ قابل رحم ہے جس کے ماتحت تو مختلف النیال ہوں۔ لیکن وہ بھی متکون المزاج ہوں کا نتیجہ یہ نکلے کہ وہ کسی جماعت کے ساتھ نہ ہو بلکہ جبکہ ایک جماعت اپنی حیلہ پر دلازیوں میں کامیاب ہو جائے تو وہ اس کے قبضہ میں ہو کر دوسروں کی بات بالکل بھی نہ سنے اور جب دوسری جماعت ان تک کو کشش کر کے اس کو اپنا طرفدار بنائے تو اس کا تلوں یہ یاد بھی نہ آنے دے کہ کسی وقت فلاں جماعت کے ساتھ ہمارا تعلق کیا تھا، ایک وقت اس کے ظالمانہ احکام ایک جماعت کا سر کھچتے ہوئے دیکھے جاتے ہیں تو دوسرے وقت دیکھنے والے دیکھ لیتے ہیں۔ کہ گذشتہ مظالم سے زیادہ مظالم وہ اپنے ماتحتوں سے ان لوگوں پر توڑتا ہے جس کو یہ کسی زمانہ میں سر آنکھوں پر بٹھاتا تھا۔ اور اس کی زبان حاکم کی زبان سمجھی جاتی تھی۔

مؤخر الذکر قسم کے حکام ہی نہیں کہ سب سے زیادہ مظالم کر گزرتے ہیں۔ بلکہ ان کا تلوں ہر ایک جماعت کے نزدیک سلم ہو جاتا ہے جس جماعت سے وہ انظار خصوصیت کرتا ہے۔ وہی جماعت اس کو اپنے دل میں بُرا سمجھتی ہے۔ اور اس کی عدم موجودگی میں کہتی ہیں کہ جو خصوصیت آج ہم سے ظاہر کی جا رہی ہے۔ وہی کل اس مظلوم جماعت سے ظاہر کی جاتی تھی وہ اپنے ماتحتوں میں سے کسی سے کوئی راز نہ کہتا ہے مگر وہ ماتحت ہی خود اس کی

راز داری کا اعتبار نہیں کرتا اور کہتا ہے کہ جو سلوک آج دوسری جماعتوں کے ساتھ اس کی طرف سے ہو رہا ہے وہی کل کو ہمارے ساتھ ہو گا۔

اس قسم کا شخص یہی نہیں کہ رات دن گرفتار مصائب اور مبتلائے آلام رہتا ہے بلکہ اپنے ماتحتوں کی نظروں میں بھی اس لئے حقیر رہتا ہے کہ اس کا تلون ہر ایک کی نظر میں کھٹکتا ہے، وہ ہر شخص کو اپنا بنانا چاہتا ہے لیکن لوگ اس سے دور بھاگتے ہیں۔ یہ شخص اکثر غلط کاری میں مبتلا ہوتا ہے۔ اور بالکل اس گیند کی طرح ہوتا ہے، جو کسی سطح چیز پر رکھی ہوئی ہو کہ وہ سطح چیز جھڑک کر بھٹکتی ہے۔ ادھر ہی کو یہ بھی بھٹک جاتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ جب کسی کارخانہ کا مینجر، کسی ریاست کا مدارالمہام، کسی صوبہ کا گورنر، کسی ملک کا گورنر متلون المزاج ہوتا ہے۔ تو وہ کارخانہ، ریاست، صوبہ اور ملک جلد از جلد تباہ ہو جاتے ہیں۔ اور جبکہ ایسے متلون المزاج کے ماتحت ایک ایسا فریق ہو کہ طرح طرح کے عیوب و جرائم کا ارتکاب کرنے کے بعد بھی اپنی ہوشیاری اور چالاک کی وجہ سے حاکم کو اپنے سے بدظن نہ ہونے دے اور اس قسم کے ذرائع پیدا کرے کہ باوجود ارتکاب جرائم کے اس پر کوئی آنکھ نہ آوے تب تو جو کچھ اندھا دھند ہوتا ہے۔ ظاہر ہے

مذکورہ بالا قسم کے حکام اکثر ہوتے ہیں کہ وہ فریقین میں سے ہر ایک کی بات سننا اپنا فریضہ و انشعبدی سمجھتے ہیں۔ اور اگرچہ ان کے دل میں شکایت کرنے والوں کی طرف سے بھی رنج ہو مگر ان کے سامنے ان سے اظہارِ مسرت بھی کرتے ہیں اور اس سے غرض ان کی یہی نہیں ہوتی ہے کہ ہر شخص کے پورے خیالات و حالات سے واقف ہو جاویں۔ بلکہ غلط فہمی اور ناتجربہ کاری کی وجہ سے وہ اس کو بھی حزم و احتیاط اور عقل و دانش کا مقتضا سمجھتے ہیں کہ ہر شخص کے سامنے اس کے مخالف کی نسبت ایسے کلمات کہہ دیں جن سے اس کو یہ خیال ہو جاوے کہ یہ افسر فلاں شخص سے خوش نہیں تاکہ اس کے متعلق اس کو جو کچھ بھی کہنا ہو صاف صاف کہہ دے اور فی الحقیقت یہ پالیسی کچھ دنوں مفید ثابت ہوتی ہے۔ اور تھوڑے بہت حالات سے واقف ہو جاتا ہے، لیکن اس بیہودہ طرزِ عمل سے سب سے بڑا اور ناقابلِ تلافی نقصان جو اس کو پہنچ جاتا ہے وہ یہ ہوتا ہے کہ چند ہی دنوں کے بعد ماتحت بھی اس کو سمجھ جاتے ہیں کہ حاکم کا طرزِ عمل منافقانہ ہے۔ اور نہ اس کی خوشی کا اعتبار نہ رنج کا۔ مال کا یہ ہوتا ہے کہ اگر وہ کسی ماتحت کی کسی خدمت پر اظہارِ مسرت کرتا ہے تو ماتحت کا یہ

خیال اس کے خیالات خدمت میں ترقی نہیں دیتا کہ حاکم کی یہ مسرت مصنوعی مسرت ہوگی، یہ ہر شخص سے یہی کہتا ہے۔ جو آج ہم سے کہا اور اگر کسی ماتحت کے کسی فعل پر اظہارِ ناراضگی کرتا ہے، تو دوسروں کے لئے وہ تنبیہ موجب اثر نہیں ہوتی کیونکہ وہ اس کے تلون سے واقف ہو چکے ہیں۔ پس جب ماتحتوں کا اعتماد حاکم سے اس طرح اٹھ جائے تو اس کے ماننے میں کیا دشواری ہے کہ یہ کام جلد از جلد خراب ہونے والا ہے۔

یہ متون مزاج حاکم ہر شخص کے منہ پر اس کی سی کہہ دینے والا افسر، ہر ایک سے شکایات اور غمناک سن کر اپنے آپ کو فیصلہ کرنے اور حق و باطل میں تیز کرنے پر قادر سمجھنے والا جج، شکایتوں کو سن کر ان کے ازالہ کی فکر میں ہو کر بالکل اس طبیب کے مشابہ ہوتا ہے جو مرض کا ازالہ اس طرح کرے کہ مرض کے اسباب زائل نہ ہوں اور مرض زائل ہو جاوے۔

کون کہہ سکتا ہے کہ اس طبیب نے ازالہ مرض میں کامیابی حاصل کی جس نے صرف مرض کے آثار و علامات کو زائل کیا مگر اسباب مرض زائل نہ ہو سکے، اسی طرح جس بادشاہ یا گورنر نے ان شکایات کا دروازہ ہی بند کر دیا تو کون کہہ سکتا ہے کہ اس کی عقل نے اس کا ساتھ دیا۔

اگر نامکن نہیں تو یہ صورت مستبعد یقیناً ہے۔ کہ کسی حاکم کی ماتحتی میں چند افراد ہوں اور سب کے سب ایسے متحد الخیال اور متفق الاعراض ہوں کہ کسی کو دوسرے سے چشمک نہ ہو، ہر ایک دوسرے کے نفع کو اپنا نفع اور نقصان کو اپنا نقصان سمجھے اس لئے ہر حاکم اکثر بلکہ ہمیشہ ان افراد ہی پر حکمران ہوتا ہے۔ جو خود غرضی کی وجہ سے ایک دوسرے کے درپے ہوتے ہیں۔ اور چونکہ حاکم واقعہ سے اکثر بے خبر ہوتا ہے اس لئے اس کے سامنے واقعات ہمیشہ ”بنا خوب تر صورتے شرح داد“ کا اعادہ کرتے ہیں۔ اور چونکہ روزمرہ کی شکایات سننے سننے حاکم ہر ایک کو ناقابل اعتماد سمجھ لیتا ہے۔ اس لئے وہ ہر شخص کی بد نظمی کی وجہ سے ہر ایک کی نظر میں خود ذلیل اور ناقابل اعتبار ہو جاتا ہے۔

زمانہ ماضی کے حکمرانوں پر نظر ڈالو ان کے حالات قصہ کے طور پر نہیں بلکہ استفادہ کے طور پر مطالعہ کرو تو معلوم ہوگا کہ حکمران جماعتیں ان مہلک امراض کا علاج کیسا سہل اور مفید تر کر لیا کرتی تھیں۔ سلطان نور الدین رحمۃ اللہ جس کے متعلق ہم اس سے قبل بھی کچھ لکھ چکے ہیں۔ علم دوست اور قبیح شریعت سلطان تھا، علماء اسلام اور فقہائے امت کی تعظیم و تکریم

اس قدر کرتا تھا کہ شاید آجکل سعید سے سعید اولاد اپنے باپ کی اور صالح سے صالح شاگرد استاد کی اس قدر نہ کر سکتا ہو اگرچہ اس کا رعب و جلالت قدر اور عظمت شان بڑے بڑے گورنروں کا پتہ پانی کرنے کو کافی تھا۔ لیکن علماء اور صلحاء امت جن کے پاس علم دین کی سطوت کے سوا کوئی دوسری سطوت نہ تھی۔ اس کے پاس اس بے تکلفی سے آکر بیٹھتے تھے۔ گویا کہ ایک بھائی دوسرے بھائی کے پاس بیٹھا ہوا ہے۔ ان علماء اور صلحاء پر نہ خوف ہوتا تھا نہ ہراس، وہ سلطان نور الدین رحمۃ اللہ کی فقط اسی قدر تکریم کرتے تھے جس کا امران کو خداوندی مقدس کتاب نے کیا تھا۔ لیکن سلطان کی یہ حالت تھی کہ کتنے ہی فاضلے سے کسی ذمی علم کو آتا دیکھتا تھا وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہو جاتا تھا، ناممکن تھا کہ وہ اپنی آنکھوں سے کسی عالم کو آتا ہوا دیکھے اور کھڑا نہ ہو جاوے، اور جب وہ اس کے پاس پہنچ جاتا تو وہ اُس سے معافہ کرتا، اور ساتھ ہی اپنی مسند پر بٹھاتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ممالک بعیدہ کے علماء اس کے یہاں جمع ہو گئے تھے، علماء امت کی یہ توقیر امراء سلطنت کو کسی طرح پسند نہ آتی تھی، وہ کہتے تھے کہ صعوبات سلطنت میں تو ہم لوگ مال تو بجائے خود جان سے بھی دریغ نہ کریں، مصالح سلطنت کے مشوروں میں اپنا عیش و آرام ہم حرام کر دیں۔ لیکن یہ باتیں بنانے والے علماء ہم سے زیادہ عزت کے ساتھ بسر کریں جن کو ان سے زیادہ کچھ نہیں آتا فلاں مسئلے کا یہ حکم فلاں کتاب میں لکھا ہے، اور یہ ناجائز اور وہ جائز۔

بنار علیہ امراء ان علماء امت کے عیوب سلطان سے بیان کرتے تھے اور اپنے کہے ہوئے کے اثبات کے لئے تیار ہوتے تھے، سلطان کی طرف سے فقط یہ جملہ جواب میں ہوتا تھا کہ ومن المعصوم۔ وانما الکامل من تعدد ذنوبہ۔ اس مختصر سے جملے کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں ایسا شخص تو کوئی بھی نہیں جس سے کوئی گناہ صادر ہی نہ ہوتا ہو، دنیا میں چونکہ گناہگار کثرت ہیں۔ اس لئے سب سے اچھا وہ شخص ہے جس کے گناہ قابل شمار ہوں کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے گناہ فقط اسی قدر ہیں اس سے زیادہ گناہ نہیں ہیں۔

سلطان کا یہ جملہ حاکم اور محکوم دونوں کے لئے نصیحت سے بھرا ہوا ہے۔ حاکم کے لئے تو اس طرح کہ اگر وہ کسی کی ایک آدھ خطا پر گرفت نہ کر فی چاہے کیونکہ ہر شخص خطا کار ہے۔ ضرورت ہو تو مناسب نہائش کر دے اور محکوم کے لئے اس طرح کہ جب ہر شخص میں کچھ نہ کچھ

عیوب ہوتے ہی ہیں تو پھر شکایت فعل عبث ہے۔ خود اپنے عیوب سے بھی غافل نہ رہنا چاہئے۔ اسی سلسلہ میں وہ واقعہ بھی بطور سننے کے قابل ہے کہ جس کو ابنِ تاثیر نے بیان کیا ہے :

علماء بلاد اور فقہاء امصار سلطان نور الدین کے زیر سایہ اس لئے آباد ہو گئے تھے کہ وہ نہ صرف ان کے علم کا قدر داں تھا بلکہ اس کی سلطنت میں ان کو ہر طرف سے آسائش و آرام حاصل تھا اور سلطان ان کی وہ تعظیم کرتا تھا جو دوسرے حکمران نہ کر سکتے تھے۔

علامہ قطب الدین نیشاپوری کو ان سب سے ایک درجہ کا امتیاز یہ بھی حاصل تھا کہ یہ خراسان سے سلطان کی طلب پر اپنا گھر بار چھوڑ کر آئے تھے، اس لئے سلطان ان کی عزت زیادہ کرتا تھا۔

اراکین سلطنت کو ہر ایک عالم کی زیادت تعظیم پر حسد ہونا فطری امر تھا۔ لیکن سلطان کے ایک خاص مقرب امیر کو علامہ قطب الدین خراسانی کی حد سے زیادہ تعظیم بہت شاق گذری۔ ایک روز جبکہ سلطان امیر مذکور سے بہت زیادہ خوش تھا۔ اس نے موقع پا کر علامہ ممدوح کا تذکرہ شروع کر دیا، اور اس تذکرہ میں علامہ کی وہ قوی شکایتیں بھی کر گذراجن کی نسبت اس کا خیال تھا کہ یہ امور سلطان کو یقیناً ناپسند ہوں گے۔

سلطان نے اول سے آخر تک اس کی بات کو سنا اور جب اس کا دل سب کچھ کہہ کر ٹھنڈا ہو گیا اور سلطان کی اس توجہ سے سمجھ گیا کہ اگر علامہ خراسانی آج ہی خراسان کو واپس نہ کر دیئے گئے تو کم از کم وہ عظمت تر قیئاً نہ رہے گی جو ان کو نصیب تھی۔ اس وقت سلطان نے یہ مختصر سا جواب دیکر اس قسم کی شکایتوں کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیا :

یا هذا ان کان ما تقول حقاً فله

حسنة تخفف كل ذلة تذكرها

وهي العلم والدين وامانت و

اصحابك ففیکم احبنا و

ما ذکرتم و لیست لکم حسنة

تخففها و لو عقلت لشغلک

عیکم عن غیرک وانا احتمل

وقت اچھا ل رہے ہو۔ (یعنی علم اور دیانتداری)

سیاتکم مع عدم حسناتکم و افلا
احتمل سبیۃ ہذا ان صحت مع
وجود حسنة علی انہی واللہ لا
اصدقک فیما تقول و ان اعدت
ذکرته او غیرہ لبسوعہ لاؤدینک۔

باقی رہے تم اور تمہارے ساتھی ان کا حال
یہ ہے کہ جس قدر برائیاں تم علامہ مدوح کی
کر رہے ہو ان سے بدرجہا زیادہ تم میں
ہیں۔ اور تم میں ایک خوبی ایسی نہیں جو ان
تمام برائیوں کا مقابلہ کر سکے اور اگر خدا انکو

عقل دیتا تو تم خود اپنے عیوب کی اصلاح میں مصروف رہتے۔ اور دوسروں کی عیب جوئی
میں مبتلا نہ ہوتے، تم لوگوں میں کسی قسم کی خوبی نہ ہونے کے باوجود میں تم لوگوں کی برائیوں کو
برداشت کرتا ہوں تو اگر علامہ مدوح میں وہ عیوب مان بھی لئے جاویں جن کو تم بیان کرتے
ہو تو کیا یہ عیوب اس نیکی کے ہوتے ہوئے بھی قابل تحمل نہیں، علاوہ ازیں ایک صاف
بات یہ ہے کہ میں تمہاری ان باتوں کو سچا بھی نہیں سمجھتا ہوں، اور اگر تم نے آئندہ سے
ان کا یا ان کے سوا کسی اور کا برائی کے ساتھ ذکر کیا تو میں تم سے اس کی سخت باز پرس
کروں گا۔

اس مختصر واقعہ کو نقل کر کے ابن اثیر نے جن مختصر مگر جامع الفاظ میں سلطان کی داد دی ہے۔
وہ بھی قابل گذارش ہے :

هذا والله هو الاحسان والفعل
الذي ينبغي ان يكتب على العيون
خدا کی قسم یہی وہ عمدہ طریقہ ہیں جن کو پانی
آنکھوں پر سونے کے پانی سے لکھ کر
جاء الذہب۔

کر سکتا ہے۔ کہ سلطان کی اس قدر سزائیں اور صاف گوئی کے بعد بھی کسی میں یہ ہمت باقی رہتی
ہوگی کہ وہ کسی کی برائی سلطان کے سامنے کر سکتے۔

ہماری اس گزارش پر اگر یہ خلیفان ہوگا کہ سلطان شکایتوں کے سننے سے اسی طرح احتراز کرے
جیسا کہ اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے تو رعایا کے عیوب سلطان کو کس طرح معلوم ہو سکیں گے اور
ان کے ازالہ کی کیا تدبیر ہو سکے گی، لیکن یہ مطلب نہ تو ہمارا ہے۔ اور نہ اس واقعہ سے یہ سبق
حاصل کرنا چاہئے بلکہ یہ روک تھام تو ان وقائع کے متعلق ہے جن کے منہم حقیقی کی عطا کی
ہوئی فراست اس امر کا پتہ دے کہ حساد کے حسد نے یہاں تک پہنچا دیا ہے، لیکن جو واقعات
مظلوموں کے ذریعہ سے پہنچیں ان پر فوری توجہ کرنا سلطان کا اولین فرض ہے۔ چنانچہ

سلطان نور الدین کی یہ توجہ اس واقعہ سے بخوبی معلوم ہو سکے گی جو ہم نے اسد الدین شیر کوہ کے متعلق بیان کیا ہے۔ ہماری اس گزارش کا مطلب صرف اس قدر ہے کہ اگر اس کے طرز عمل سے یہ ثابت ہوگا کہ وہ کانوں کا کچا اور متکبر مزاج ہے اور اگرچہ اس کے یہاں کوئی کیسا ہی مقرب کیوں نہ ہو مگر شکایات اور بہتان کے ذریعہ سے اس کی توہین ممکن ہے۔ تو ہر گھڑی اس کے پاس مختلف صورتوں سے شکایتوں کا ہجوم رہے گا۔ اور بسا اوقات اس کو اس نتیجہ پہنچنا مشکل ہو جاوے گا کہ ان شکایتوں کا اصلی سبب حسد ہے۔ اور ایسی حالت میں اگر وہ کوئی بیجا حکم صادر کر دے یا کسی بے برہم کی امانت کر دے تو زیادہ بعید نہیں اس لئے ایسی تدبیر ہونی چاہئے کہ نہ تو شکایتیں اس قدر کثرت سے اس کے پاس پہنچیں کہ اس کو غیبت اور طیب میں تیز رہی دشوار ہو جاوے اور نہ کسی پر اس قدر اعتماد کرے کہ خیانت بھی حسانت سے بدل جاوے بلکہ اس کو تو سدا کا ایک ایسا طریقہ اختیار کرنا چاہئے جس کی دونوں جانبیں برابر ہوں۔ کیونکہ جب کوئی شخص کسی بڑے کی نظر میں عزت حاصل کرتا ہے۔ تو اس کے حسد لازمی طور سے پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور تو قرب تو بڑی چیز ہے کسی کو کوئی نعمت چھوٹی ہو یا بڑی حاصل ہو جاتی ہے تو اس کے لئے حاسد ضرور ہو جاتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ عرب کے ایک دانشمند کا قول ہے : لاخیر فیمین لیس یعرف حاسداً۔ (وہ شخص تمام نعمتوں سے خالی ہے جس کے حاسد نہ ہوں) پس جبکہ ہر مرتبہ والے کے لئے حاسد ہونے ضرور ہیں تو جا بجا شکایتیں ضرور ہیں۔ اس لئے ان شکایتوں کا سد باب تو اسی طرح ہونا چاہئے جس طرح کہ سلطان نور الدین نے کیا۔ لیکن اگر وہ شکایتیں مظلوموں کی شکایتیں ہیں تو ان کے ازالہ کے لئے ہر ممکن سے ممکن تدبیر کو کام میں لانا چاہئے۔

یہ خبر یورپ کے ملک کی ہے۔ اس ملک کا نام ڈنمارک ہے۔ اس ڈنمارک میں

نذر عقیدت

ایک خاتون کو بڑا اعزاز اور بڑا تمغہ دیا گیا ہے۔ اس لئے کہ اس خاتون نے جسکی

عمر پینس سال ہے، اس قلیل عرصے میں اب تک چودہ بچے پیدا کئے ہیں۔ اور پندرہواں عنقریب پیدا کرنے

والی ہے۔ یہ اعزاز اس لئے دیا گیا کہ ڈنمارک میں۔ یورپ کے اس شہر ملک میں۔ زیادہ بچے

پیدا کرنے کی تحریک چل رہی ہے۔ اور اس خاتون نے پینس سال کی عمر میں پندرہ بچے پیدا کر کے اپنے ملک کی عظیم الشان

خدمت انجام دی ہے۔ اس کے یہ بچے قوم کی طاقت بنیں گے اور ملک کی سرحدوں کی حفاظت کریں گے۔

یہ خبر پاکستان میں www.rasailojaraid.com کی